مطبوعات

حیاتِ ولی از جناب مولانا محمد رحیم بخش مرحوم۔ شائع کردہ: المکتبۃ السلفیہ، لاہور۔ قیمت مجلد مع گرد پوش چھ روپے بلا جلد ۵/۸۔

زندہ قوموں کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اپنے ماضی سے شرمانے اور اس سے اپنا تعلق منقطع کرنے کے بجائے علوم و فنون کے آبائی سرچشموں کا کھوج لگاتی ہیں اور ایک ایک قابلِ قدر شخصیت اور اس کے کارنامے کو اپنی آئندہ نسلوں کے سامنے رکھتی ہیں۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ اپنے اسلاف سے منسوب ہونے میں عار محسوس کی جانے لگی ہے اور ان کے علمی و تعمیری کارناموں کو دریا برد کرنے کے منصوبے منظم تخریبی فتنوں کی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ ہماری موجودہ کارفرما نسل کا غلامانہ ذہن تعمیر کرتے ہیں برطانوی اقتدار نے جو خاص تدبیریں اختیار کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ برعظیم ہند کے مسلمانوں کو بالکل قریب ترین تاریخ ماضی کے ان اہم قیمتی ابواب سے منقطع کر دیا گیا جنہیں دہلی کے ایک بے مثل خانوادے نے روشنائی ہی سے نہیں اپنے لہو کے قطروں سے لکھا تھا۔ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کی شان کے اس خانوادے کے آسمان پر ایک سورج شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے چمکا تھا۔ آج کسی لکھے پڑھے آدمی سے دریافت کیجیے کہ شاہ ولی اللہ کا مقام ہماری تاریخ میں کیا ہے تو امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کوئی مبنی بہ معلومات جواب دے سکے۔ حالانکہ اس سرزمین پر قرآن کا اولین ترجمہ پیش کرنے کا انقلابی اقدام کرنے والی یہ شخصیت اتنا وسیع اور ہمہ جہتی علمی کام کر گئی ہے کہ اس کی ریسرچ لعد ترجمے اور اس کی اشاعت کے کام میں ہمیں اپنی ملی طاقت کا ایک اچھا خاصا حصہ کھپا دینا چاہیے۔

ان حالات میں حیاتِ ولی نام کی ایک پرانی کتاب کے تازہ اردو ایڈیشن کو دیکھ کر ہمیں بڑی مسرت ہوئی۔ اس کتاب کے مؤلف مولانا محمد رحیم بخش دہلوی مرحوم خود محتاجِ تعارف ہیں۔ یہ کتاب صرف شاہ صاحب کی اپنی ہی سوانح حیات تک محدود نہیں بلکہ آپ کے آباء و اجداد، اساتذہ کرام اور اولاد و احفاد سب کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ گویا خاندان کے خاندان کا ایک تعارف اس کے ذریعے ہو جاتا ہے۔ مؤلف کا انداز مؤرخانہ نہیں بلکہ عقیدتمندانہ اور

عقیدت مندانہ ہے۔ معلومات محنت سے جمع کی ہوئی معلوم ہوتی ہیں، لیکن تقابلی مطالعہ کا خالص تحقیقی فنی انداز ناپید ہے۔

کتاب پوری تو پڑھی نہ جا سکی مگر شاہ صاحب کے حالات پڑھتے ہوئے ایک اہم مقامِ عبرت سامنے آیا۔ شاہ صاحب کی وفات پر مدت دراز گزرنے کے بعد موجودہ دور میں ان کا مرتبہ کیا سمجھا جاتا ہے اسے جناب مؤلف یوں پیش کرتے ہیں :-

"یہ بات نہ صرف تعجب، بلکہ سخت حیرت سے دیکھی جاتی ہے کہ عام طور پر اسلام کی مختلف شاخوں کے تمام موافق و مخالف فرقے، حتیٰ کہ مخالفینِ اسلام بھی اس عزیز الوجود اور خلیق و رحمدل خدا پرست برگزیدہ ولی کے فضائل و کمالات کے بہ دل معترف ہیں۔" (ص ۲۸۱)

لیکن شاہ صاحب کے اپنے زمانے میں ان کے معاصرین نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اس کی تصویر مؤلف نے ان الفاظ میں کھینچی ہے :-

"جب شاہ صاحب نے فارسی میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا اور اس کی اشاعت ہوئی تو ایک تہلکۂ عظیم کٹ ملاؤں کے گروہ میں برپا ہو گیا اور یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھا دی گئی، اب جہلاء کبھی قبضہ میں نہ آئیں گے اور وہ ہر بات پر بحث کرنے کو تیار ہو جائیں گے (واضح رہے کہ یورپ میں انجیل کے ترجمہ و اشاعت پر پادریوں کی طرف سے اس سے زیادہ شدید طوفان اٹھایا گیا تھا! ۔ن ص) اس خیال نے ان کے دل میں ایک آگ بھڑکا دی اور علاوہ کفر کا فتویٰ دینے کے شاہ ولی اللہ صاحب کے جانی دشمن ہو گئے۔ اور اب ان میں مشورے ہونے لگے کہ شاہ صاحب کو کیونکر قتل کیا جائے۔ ان کٹ ملاؤں نے جن کا اثر بہت کچھ شہر کے بدوضع لوگوں، اکھاڑوں، پٹے بازوں پر پھیلا ہوا تھا۔ چند بدمعاش جمع کئے اور اب وہ شاہ ولی اللہ کی تاک میں رہنے لگے۔" (ص ۱۹-۲۱۸)

اور اسی سلسلہ بیان کا یہ آخری حصہ بھی ملاحظہ فرمایئے :-

"جو اثر شاہ ولی اللہ صاحب کا مدینہ، مکہ اور نجد پر تھا، افسوس کہ وہ دہلی میں نہ تھا۔ ہاں کسی ڈوم اور کسبی کی سفارش بہت جلد چل جاتی تھی اور بے چارے شاہ صاحب کی کوئی نہ سنتا تھا۔" (ص ۲۲۴)

افسوس ہے کہ اس داستانِ عبرت کو مؤلف نے باقاعدہ ایک مبحث کے طور پر نہیں لیا، ورنہ یہ امر قابلِ تحقیق تھا کہ دین کے ایک سچے خادم کو خود دین کے علمبرداروں کی طرف سے کیا کیا کچھ دیکھنا پڑا ہے اور اس فتنہ کے اسباب و محرکات کیا تھے! تاہم شاہ صاحب کے خلاف دہلی کے مولویوں کی ہنگامہ آرائی ایک حقیقتِ معلومہ ہے اس داستانِ عبرت سے اخذ کرنے کا سبق یہ ہے کہ جب کبھی کوئی مردِ خدا ہمارے درمیان دین کی حقیقی خدمت کے لیے اُٹھا ہے، خود دین ہی کے نام پر ایک خاص طرح کے مذہبی عنصر نے اسکی مخالفت میں خون پسینہ ایک کر دیا ہے۔ اور پھر سوچنا یہ ہے کہ آج یا آنے والے مستقبل میں اگر نظامِ حق کی اقامت کے لیے کوئی کام کرنے والا اُٹھے تو اس کے کام کو شر پسند حاسدوں کی ہنگامہ آرائیوں سے بچانے کی سبیل کیا ہے۔ اگر ہم اپنے اندر پلنے جانے والے تخریب پسند مذہبی عنصر کو اپنی سابق تاریخ کی روشنی میں پہچان نہیں لیتے اور اس سے بچاؤ کا سامان نہیں کر لیتے تو کسی دَور میں بھی اقامتِ دین کی مساعی کا کامیاب ہونا ممکن نہیں ہے۔ آخر وہ کونسا گروہ ہے جو کوئی بھی اختلاف سامنے رکھ کر اسے تکفیر تک پہنچا دیتا ہے، جو اسلام اور مسلمانوں کے مصالح پر غور کرنے کے بجائے یہ سوچتا ہے کہ "ہماری روزی کی عمارت ڈھا دی گئی"، جس کے دل میں ہر تعمیری سعی "آگ بھڑکا دیتی ہے"، جو علمی اختلاف کرنے کی حد تک نہیں رُکتا بلکہ "جانی دشمن" بن جاتا ہے، جو عوام کو جاہل رکھنا پسند کرتا ہے، جو "بد وضع لوگوں، اکھاڑوں اور پٹے بازوں پر اثر رکھتا ہے"، بدمعاشوں کو جمع کر کے استعمال کرتا ہے اور تجدید و احیائے دین کا کام کرنے والوں کے خلاف ایک ایک انچ پر "جہاد" کرتا ہے۔ ہماری تاریخ کے ڈرامے کا یہ مستقل کردار بار بار اسٹیج پر آتا ہے اور تجدید و اصلاح کی مساعی کے بالمقابل ایک ہی منفی پارٹ ادا کرتا چلا جا رہا ہے۔ طرفہ یہ کہ ماضی کے ایسے کرداروں پر نفرین بھیجنے والے اور بنا بظاہر اچھے خاصے مذہبی دکھائی دینے والے عناصر نے اپنے اپنے دَور میں یہی پارٹ ادا کیا ہے۔ "حیاتِ ولی" سے ایک یہی درس جذب ہو سکے اگر ایک بار قوم اس کردار کو پہچان لے تو یوں سمجھئے کہ مکتبہ سلفیہ کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔

مؤلف نے چھ سو سے زائد صفحے لکھے لیکن ایک نہایت ضروری کام کی ذمہ داری نہیں لی۔ دکھانا یہ چاہیے تھا کہ شاہ صاحب کے دین کا تصور دلانے کے لیے کتنے اونچے درجے کا سائنٹفک اسلوب اختیار کیا اور کس طرح اپنے زمانے کے لیے ایک زبان، ایک طرزِ بیان، ایک خاص اندازِ استدلال اور بالکل نو بنو اصطلاحات پیدا کر لیں۔ دکھانا یہ

چاہیے تھا کہ شاہ صاحب کے ذہن نے کس امتیازی شان سے اسلام کو نظام حیات کی حیثیت میں پیش کیا۔ دکھانا یہ چاہیے تھا کہ شاہ صاحب نے مسلمانوں کے فرقوں اور مدارس فقہ کی کشاکش سے بلند ہو کر کس وسعت نظر کے ساتھ اسلامی افکار، عقائد اور قوانین کا جائزہ لیا اور کیسے مؤثر انداز سے ہمہ گیر بنیادی سدّ فتنوں کو ایک مشترک متاع کی حیثیت سے ملت کے سامنے رکھا۔ دکھانا یہ چاہیے تھا کہ اپنے دور کے فتنوں کے جھاڑ جھنکار کو صاف کرنے کے لیے شاہ صاحب نے کس طرح اپنے ہاتھ اور پاؤں لہولہان کر کے یادگاری کارنامے انجام دیئے ہیں۔ پھر دکھانا یہ چاہیے تھا کہ شاہ صاحب نے کس طرح معاشرے کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ایک فکری حرکت پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ مگر جناب مؤلف نے شاہ صاحب کی تاریخی و انقلابی حیثیت کا تجزیہ کرنے کے بجائے آپ کا مطالعہ مجرد ایک صاحب علم اور ایک صاحب دل بزرگ کی حیثیت سے کیا ہے۔ شاہ صاحب اپنے دور کے وقتی و سیاسی ماحول سے ٹکرانے والی طاقت کی حیثیت سے سامنے نہیں آتے۔ بلکہ ایک الگ تھلگ اونچے مقام انفرادیت پر دکھائی دیتے ہیں۔

بہر حال یہ کتاب ہماری نگاہ میں ہر لحاظ سے مفید ہے اور اس کے ناشر کو ہم ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اوسط درجے کی اچھی کتابت و طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ علاوہ مکتبۂ سلفیہ کے مکتبۃ السلام کشمیری بازار لاہور سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

تبیانات | از: علامہ عبداللہ بن علی النجدی۔ مترجم: مولانا محمد نصرت اللہ بالیر کوٹلوی۔ شائع کردہ: ادارۂ اشاعت السنۃ، لاہور۔ قیمت مجلد مع گرد پوش ۴ روپے۔

صحاح ستہ کی بعض مشہور احادیث جن پر دورِ سلف یا زمانۂ حال میں بالعموم اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں اور ان اعتراضات کی بنا پر بسا اوقات ان کی صحت سے انکار کیا جاتا ہے، جناب مؤلف نے ان کی تاویل پیش کی ہے۔ اکثر مقامات پر مؤلف کی کوشش بہت ہی کامیاب ہے، کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جہاں تاویل کی اور زیادہ بہتر صورتیں بھی اختیار کی جا سکتی ہیں مگر مؤلف کی ادھر توجہ نہیں گئی۔ بعض جگہ تاویل کا انداز بات بنانے کا سا ہے جو کم از کم ان حملوں کا توڑ کرنے کے لیے کافی نہیں جو آج حدیث کے خلاف جاری ہیں۔ اس کی ایک بہت ہی نمایاں مثال حضرت ابراہیم کے بارے میں تین جھوٹ بولنے والی روایت کے سلسلے میں ملے گی۔ لیکن ہم ان مقامات

کو اصحابِ علم و تحقیق کی کاوشوں پر چھوڑتے ہوئے اپنا مجموعی تاثر یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ ایک مفید اور علم افزا کتاب ہے جس کا اُردو میں ترجمہ ہو جانا سیکڑوں مسلمانوں کے لیے باعثِ خیر ہوگا۔

صحیح قرآنی فیصلے | از جناب مولانا فضل احمد غزنوی بی۔اے، شیخ الحدیث بکہ۔ ملنے کا پتہ: ادارہ تبلیغ الاسلام گاڑی احاطہ حیدرآباد سندھ۔ قیمت مجلد تین روپے۔

فتنۂ انکارِ حدیث کے روشن دماغ امام جناب پرویز صاحب کی کتاب "قرآنی فیصلے" کا بقول مؤلف یہ ایک "دندان شکن" جواب ہے۔ غزنوی صاحب نے ماڈرن قرآنی تصورِ اسلام اور اس کے پیدا کردہ ترقی پسندانہ مسائل کا توڑ کرنے کے لیے یوں تو اس کتاب میں قرآن و حدیث سے بہت کافی علمی مواد استعمال کیا ہے اور اس سے بہت کچھ استفادہ کیا جا سکتا ہے، لیکن مخاطب کے مناظرانہ اور تخشینے طرزِ کلام کے ردِ عمل میں "جیسے کو تیسا" کے اصول پر جو اسلوبِ بیان اختیار کیا ہے وہ بہت سارے ذہنوں کے لیے قبولِ اثر میں مانع ہو سکتا ہے۔ فتنہ پسندوں کے لیے تو سرے سے کسی معیارِ سنجیدگی اور کسی ضابطۂ اخلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فتنہ کی زبان ہمیشہ گندی ہوتی ہے، لیکن اہلِ حق کو ان کے مقابل میں اپنے مقامِ بلند کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے اور ان کے ساتھ کبھی مساویانہ سطح پر نہیں جا کھڑے ہونا چاہیے۔ علمی انداز ہمیشہ مناظرانہ انداز سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

اہلِ حدیث کا مذہب | از جناب مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری۔ شائع کردہ جمعیتہ اہلِ حدیث لاہور۔ قیمت فی جلد ۱۲ آنے۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم سرزمینِ ہند کے علماء میں ایک ممتاز مقام رکھنے والی ہستی تھے اور جو لوگ فرقہ وارانہ تنگ نظریوں کا شکار نہ ہو گئے ہوں، وہ باوجود اختلافِ مسلک کے مرحوم کے لیے خاص احترام رکھتے ہوں گے۔ مولانا کی اس کتاب کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ گروہِ اہلِ حدیث کو دوسرے فرقوں کی طرف سے اختلافِ رائے و مسلک کی سزا دینے کے لیے کیسی کیسی غلط فہمیاں پھیلانے کی مہم چلائی جاتی رہی ہے۔ مولانا مرحوم کے اپنے الفاظ دیکھیے:۔

> "مسلمانوں کا باہمی اختلاف اس قدر مضر نہیں، جس قدر ایک دوسرے سے منافرت مضر ہے۔ منافرت کی وجہ بسا اوقات ایک فریق کی دوسرے کے مذہب سے ناواقفی اور ناواقفی میں افترا پردازی ہوتی ہے۔ فرقہ

اہلِ حدیث کی نسبت کئی ایک من گھڑت افترا لگائے گئے ہیں اور لگائے جاتے ہیں۔ . . . . کہ یہ لوگ حضراتِ انبیاء و اولیاء کی توہین کرتے ہیں بلکہ اسی توہین کو اپنا دینی شعار جانتے ہیں، بزرگوں سے منکر ہیں، اولیاء اللہ کی کرامات سے انکاری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے منکر، درود نہیں پڑھتے، پھوپھی سے نکاح جائز بتلاتے ہیں، سؤر کی چربی کو حلال کہتے ہیں، آنحضرت صلعم کا بڑے بھائی جتنا ادب کرتے ہیں . . . . . وغیرہ وغیرہ[1]!

اس طرح کے مخالفانہ پروپگنڈے کے گرد و غبار کو صاف کرنے کے لیے مرحوم نے یہ رسالہ قلمبند فرمایا اور اہلِ حدیث کے عقیدہ و مسلک کے ضروری پہلو بڑی خوبی سے واضح کیے۔ بجز اس کے مرحوم کی اس تحریر میں "مقلدین" اور "بدعتی" کی اصطلاحات چند بار آئی ہیں (اور وہ بھی گالی کے طور پر نہیں)، کسی مقام پر بھی عبارت پایۂ ثقاہت و شرافت سے گری ہوئی نہیں ہے۔ اس طرح گویا آپ نے اظہارِ اختلاف کا بہترین اسلوب پیش کیا ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے علماء و عمائد اور خصوصاً اہلِ حدیث حضرات اس اچھی مثال سے سبق لیں تاکہ ملتِ اسلامیہ میں اختلاف کرنے کا مہذب اسلامی طریق رائج ہو۔

ایک اہم قابلِ ذکر بات اور، مولانا مرحوم نے رقم فرمایا ہے کہ "اہلِ حدیث کی غرض و غایت گروہ بندی سے نہیں تھی اور نہ ہے، بلکہ ان کا دائرۂ اثر اتنا وسیع ہے کہ ہر ایک محقق کو شامل ہے۔ جو شخص اپنی تحقیق کا مدار آزادانہ قرآن و حدیث پر رکھے وہ اہلِ حدیث ہے خواہ اس کی رائے کسی مسئلہ میں کسی امام یا محدث کی رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جو لوگ اہلِ حدیث کہلا کر اپنی یا کسی دوسرے کی تحقیق کو کسی دائرہ میں محدود کرتے ہیں ان کی رائے صحیح نہیں ہے بلکہ حجرت واسعاً کی مصداق ہے۔" کاش کہ آج کے اہلِ حدیث ان الفاظ کو بغور پڑھیں جو ایک محدث سے اختلاف کرنے کے گناہ پر آدمی کے ایمان، دیانت اور عزت سب کی دھجیاں اڑا دینے پر تل جاتے ہیں اور اپنے گروہی دائرے سے باہر کے کسی آدمی کے لیے حقوقِ مسلم تو کجا حقوقِ انسانی تک تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔

سیاستِ رج | از جناب ملک دین محمد تارڑ۔ شائع کردہ: کتب خانہ قادریہ، بیرون موری دروازہ لاہور۔ قیمت دو روپے۔

[1] کاش مولانا مرحوم آج زندہ ہوتے اور "الاعتصام" ان کی نگاہ سے گزرتا اور مرحوم خود دیکھتے کہ ان کے نام لیوا دوسروں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔

حج کے متعلق معلومات بہم پہنچانے والی کتابوں میں یہ ایک نیا اضافہ ہے۔ ملک صاحب نے ۱۹۵۱ء کا وہ حج کیا ہے جبکہ حجاز کی گرمی پورے شباب پر تھی اور متعدد حادثاتِ مرگ ہوئے تھے۔ مؤلف نے اپنی سرگزشتِ حج بیان کرتے ہوئے ایک تعمیری کام یہ کیا ہے کہ ان بدنظمیوں، خرابیوں اور تکالیف کو وضاحت سے بیان کیا ہے جو حجاج کو پیش آتی ہیں اور اپنی طرف سے اصلاحی تدابیر پیش کی ہیں۔ مگر یہ کتاب اگر کہیں لاہور کے ایک خاص "عالمِ دین" کی نظر سے گزر گئی، تو پھر ملک صاحب کی خیر نہیں، آپ پر توہینِ کعبہ، توہینِ مسجدِ نبوی، توہینِ منیٰ و عرفات اور توہینِ حج کی فردِ جرم لگ جائے گی۔

مسئلہ تعددِ ازدواج پر جمعیتہ علمائے پاکستان کا جامع فتویٰ | مرتبہ: جناب مفتی صاحب داد صاحب مفتی اعظم دارالافتاء جمعیت علمائے پاکستان۔ ملنے کا پتہ: دفتر جمعیتہ علمائے پاکستان، ۷۷- گارڈن سٹریٹ کراچی۔

تعددِ ازدواج کے مسئلے پر متجددین نے حال ہی میں جو حملہ کیا ہے اس کے دفاع کے لیے علمی انداز میں یہ فتویٰ مرتب کیا گیا ہے۔

انتخابِ کلامِ امیر مینائی | مرتب: خالد مینائی، ایم اے۔ شائع کردہ: مکتبہ الحبیب ۱۹۷ مین بازار اچھرہ لاہور

امیر مینائی کے کلام میں سے اچھے ذوق کے ساتھ عاشقانہ اور نعتیہ اشعار انتخاب کر کے دو الگ الگ کتابچوں میں شائع کیے گئے ہیں۔ کتابت کی چند غلطیوں سے صرفِ نظر کر لیں تو طباعتی معیار بہت اچھا ہے۔ قیمت ہر ایک حصہ ۸ر

محنت کاروں کے مسائل اور اُن کا حل | از جناب عبدالمجید صاحب قریشی۔ شائع کردہ: مکتبہ الحبیب اچھرہ لاہور۔ قیمت ۱ر

مؤلف نہ صرف معاشیات اور محنت کاروں سے متعلقہ مسائل کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں بلکہ عملاً بھی مزدوروں کے میدان میں کام کر رہے ہیں۔ پس مندرجہ بالا موضوع پر آپ نے مسلم ذہن کے ساتھ جو کچھ لکھا ہے وہ پڑھے جانے کے قابل ہے۔

ماہنامہ ستارہ | بادارت: مسعود اختر جامعی۔ مقامِ اشاعت: جامعہ تعلیم ملی، ملیر سٹی، کراچی۔ چندہ سالانہ چار روپے فی پرچہ ۶ر۔ یہ ماہنامہ بچوں کی نفسیات کو ملحوظ رکھ کر آسان زبان میں مرتب کیا جاتا ہے۔ مقصد غالباً قومی جذبے پر ذہن و فکر کی تعمیر ہے۔